بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

۱۹۹۸ء کے پارلیمنٹری انتخابات کے نتائج سامنے آنے کے بعد ہندوستان کی زمام اقتدار بھارتیہ جنتا پارٹی کی قیادت میں ۱۸ جماعتوں کے متحدہ محاذ مورچہ نے سنبھال لی ہے اور بھارتیہ جنتا پارٹی کے بانی ممبر جناب اٹل بہاری واجپئی ہندوستان کے وزیر اعظم منتخب ہوگئے ہیں۔ بھارتیہ جنتا پارٹی سابق جن سنگھ ایک عرصہ سے مرکزی حکومت حاصل کرنے کے لیے کوشاں تھی، اس کے لیے اس نے بہت جوڑ توڑ کیے۔ ۱۹۷۷ء میں اندرا گاندھی کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے ملک میں ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد کانگریس مخالف جماعتوں کو جن سنگھ نے کمال ہوشیاری کے ساتھ ایک جگہ جمع کر کے کانگریس کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کا بظاہر نہ سمجھ میں آنے والا پلان تشکیل دیا اور پھر جن سنگھ کو ختم کر کے جنتا پارٹی کے نام سے ایک جماعت قایم کی گئی جس میں تمام مخالف کانگریس جماعتوں کو اپنے علیحدہ وجود کو ختم کر کے اس میں شامل ہونے کی ترغیب و تحریک کی گئی۔ جس میں اسے اس قدر کامیابی ملی کہ کمیونسٹ پارٹی تک جنتا پارٹی کی حمایت کرنے پر خوشی خوشی تیار ہوگئی۔ اور ۱۹۷۷ء میں جب اندرا گاندھی نے ایمرجنسی کے دوران میں الیکشن کرانے کا اعلان کیا تو ہندوستان کے عوام کو کانگریس کا اس قدر مخالف بنادیا گیا کہ عوام نے انتخاب میں جنتا پارٹی کو بھاری اکثریت سے کامیاب کردیا کہ مرکز میں اس کی حکومت قایم ہوگئی۔ اس انتخاب کی یہ خصوصیت تھی کہ اندرا گاندھی وزیر اعظم ہوتے ہوئے بھی حزب اختلاف کے ایک بڑبولے وزیر اعظم راج نرائن کے مقابلے شکست سے دوچار ہوگئیں۔ اس وقت ہندوستان ہی میں نہیں پوری دنیا میں ہندوستان کی پارلیمنٹ کے انتخاب کے نتیجہ کو حیرت کی نظر

[illegible] کی چاہت ہی کے ساتھ جن سنگھ نے جنتا پارٹی میں اپنا دبدبہ قائم رکھا اور مستقبل کے حالات کو [illegible] میں رکھتے ہوئے اس نے اتنی قربانی بھی اس وقت دی کہ سب سے زیادہ سیٹیں ہونے کے باوجود وزارت عظمیٰ پر اپنے آدمی کو بٹھانے کے بجائے مرارجی ڈیسائی کو بیٹھنے دیا۔ مگر اس نے اس کے علاوہ وزارت کے دیگر اہم قلمدان اپنے ہی لوگوں میں تقسیم کرائے۔ اندر ہی اندر کیا ہوتا رہا یہ تو خدا ہی جانتا ہے مگر ظاہر تو یہ سمجھ میں آیا کہ جن سنگھ نے اس وقت کو نظر انداز کر کے مستقبل کے حالات پر اپنے شاندار مستقبل کی تعمیر کا پلان بنایا ہوا تھا۔ کچھ ہی عرصہ بعد جنتا پارٹی میں اس بنیاد پر بغاوت ہو گئی کہ آر آر ایس حکومت کے کاموں میں مخل ہے چنانچہ چودھری چرن سنگھ اور راج نرائن نے اس وقت اعلان کیا کہ جنتا پارٹی میں دوغلی ممبر شپ یا دہری وفاداری نہیں چلے گی۔ ایک طرف آر آر ایس سے وفاداری ہے تو دوسری طرف جنتا پارٹی میں بھی کوئی وفاداری کی بات کرے تو یہ بات برداشت سے باہر ہے۔ چرن سنگھ نے اس وقت کانگریس سے حمایت لے کر جنتا پارٹی کی حکومت گرا کر اپنی قیادت میں حکومت تشکیل کی جو پارلیمنٹ کا سامنا کیے بغیر ہی چار ماہ سے زیادہ مدت بھی پوری نہیں کر پائی اور پارلیمنٹ کے نئے انتخابات کا اعلان کیا گیا۔ چرن سنگھ نگراں حکومت کے وزیر اعظم رہے۔ جن سنگھ کے جو ممبران وقتی طور پر جنتا پارٹی میں شامل تھے انہوں نے صرف پارٹی کا نام بدلا تھا اپنے خیالات اور اپنی تخصیص کا بھی خاتمہ نہیں کیا تھا۔ لیکن اپنے دل و دماغ پر جبر کر کے اور مستقبل کے حالات کو سمجھنے کے مقصد سے اسی جنتا پارٹی کے تحت الیکشن لڑا جس میں سے چرن سنگھ گروپ بغاوت کر کے الگ ہو چکا تھا۔ مگر الیکشن کے نتائج نے یہ بات عیاں کر دی کہ اب جنتا پارٹی کے ساکھ عوام کی نظروں میں گر چکی ہے۔ کانگریس دوبارہ برسر اقتدار آ گئی اور اندرا گاندھی دوبارہ ملک کی وزیر اعظم بن گئیں۔ جن سنگھ کے ممبران نے اب اپنی الگ پہچان کو دوبارہ بنانے کی کوشش کی، جنتا پارٹی سے اسے جتنا کام لینا تھا وہ اس نے لے لیا۔ اب اس کی کوئی ضرورت نہ تھی جن سنگھ ختم ہو چکی تھی چنانچہ انہوں نے الیکشن کے بعد بھارتیہ جنتا پارٹی کے نام سے ایک علیحدہ جماعت کا اعلان کیا اور اس کے جھنڈے کے نیچے وہ سارے جن سنگھی اکٹھے ہو گئے جو جنتا پارٹی میں موجود تھے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی نے ۱۹۸۴ء کا پارلیمنٹری انتخاب لڑا اور اس میں چونکہ اندرا گاندھی کے قتل کی وجہ سے عوام میں کانگریس کے تئیں ہمدردی کی لہر تھی اور پھر نوجوان قائد راجیو گاندھی کی قیادت میں ملک کو آگے بڑھانے کا خواب ان کے دل میں موجیں مار رہا تھا اس لیے کانگریس کو عوام نے بہت زبردست اکثریت سے منتخب کیا اور بھارتیہ جنتا پارٹی کو پورے

ہندوستان میں صرف اور صرف ۲ ہی سیٹیں ملیں۔ یعنی ۱۹۷۷ء میں جنتا پارٹی کے بینر تلے جن سنگھ کے ۹۵ ممبر منتخب ہوئے پھر ۱۹۸۰ء کے انتخابات میں پارلیمنٹ کی دس سیٹیں نصیب ہوئیں۔ ان الیکشن نتائج نے سابق جن سنگھ کے کرتا دھرتاؤں کو بیدار و مستعد کر دیا انہوں نے اپنی ان ناکامیوں کو چیلنج سمجھا اور پھر وہ مصروف ہوگئے ـــــ ان کانگریس مخالف سیکولر جماعت کے ممبران کو اکٹھا کرنے میں۔ اور پھر وی پی سنگھ کو وزارت عظمٰی کی کرسی پر بٹھا کر ۱۹۸۹ء میں آئندہ کے لیے مرکزی حکومت پر بیٹھنے کے لیے جگہ بھی تیار کری اور اس کے لیے فضا اور زمین بھی۔ سیکولر نام کی جاپ کرنے کے لیے خواب غفلت میں صرف وقتی کرسی پر بیٹھنے ہی میں اپنی شان دوبالا کیے بیٹھے رہے۔ اور یہ لوگ مستقبل کے لیے راہ ہموار کرنے میں جٹے رہے۔ ہندوستان کے عوام کے جذبات و خیالات کے پیش نظر کتنے ہی پروگرام ترتیب دیئے اور انھیں بروئے کار لائے۔ بابری مسجد کا انہدام اور رام مندر کی تعمیر کی تحریک اسی ایک پروگرام کی کڑی تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۹۶ء میں بھارتیہ جنتا پارٹی پارلیمنٹری انتخابات میں سب سے بڑی جماعت بن کر ابھری اور اب ۱۹۹۸ء کے پارلیمنٹری انتخاب میں بھارتیہ جنتا پارٹی اپنے جوڑ توڑ اور عقلمندی کے ساتھ اس پوزیشن میں آگئی کہ بڑی شان کے ساتھ مرکزی حکومت پر قابض ہوگئی اور اس کے سب سے بڑے و اہم ستون لیڈر اٹل بہاری واجپئی ہندوستان کے وزیر اعظم منتخب ہوگئے۔ ۱۹۷۷ء میں کانگریس مخالف لیڈروں کو اکٹھا کر کے اس نے مرکزی حکومت تو بنوالی مگر اپنا وزیر اعظم کسی مصلحت سے نہ بنایا۔ مگر ۱۹۹۸ء میں اس نے ایسا جال بنا کہ اپنے آپ ہی وزارت عظمٰی کی کرسی اس کے پاس آگئی ـــــ اسے کہتے ہیں کمال ہوشیاری، چابکدستی اور دور اندیشی۔

سیکولر نام کی مالا جپنے والے سب منہ تاکتے رہ گئے اور اپنی اپنی ڈفلی بجانے میں پھر مشغول ہوگئے ہیں۔ آنے والا وقت شاید ان کے لیے ایسا دکھائی دے رہا ہے کہ ہندوستان کے نقشے پر ان کا وجود ہی باقی نہ رہے گا اور بھارتیہ جنتا پارٹی آج کچھ پارٹیوں کو ساتھ لے کر چلنے پر مجبور ہے تو کل وہ کسی بھی پارٹی کے بغیر ہندوستان کی مرکزی حکومت پر اکیلے ہی قابض دکھائی دے گی۔ یہ ہمارا یقین بھرا اندازہ ہے۔

ہندوستان کی سیاست کے ماہرین کا خیال ہے کہ بھارتیہ جنتا پارٹی نے ایک راشٹر ایجنڈا تشکیل دے کر حکومت چلانے کا جو پروگرام بنایا ہے اور جس میں اس نے اپنے بنیادی مقاصد جیسے دفعہ ۳۷۰ کا خاتمہ، یکساں سول کوڈ اور بابری مسجد کی جگہ رام مندر تعمیر کرنے سے جو پہلو تہی اختیار کی ہے وہ دور اندیشانہ

خلفت کا تقاضہ ہے۔ اسے اپنے مذکورہ بالا پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ابھی اور پاپڑ بیلنے پڑیں گے اور اگر اس میں انہیں اپنی طرف سے کچھ قربانی بھی دینی پڑے گی تو اس سے وہ دریغ نہ کریں گے۔ مگر سیکولرزم کی مالا جپنے والے تو صرف کرسی نہ ملنے سے مایوس ہو کر بیٹھ جائیں گے۔ ان کے لیے شاب آگے کے راستے بند ہی ہو جائیں گے ایسا ہمارا خیال ہے۔

کانگریس اپنے اصولوں سے کس قدر ہٹ چکی ہے اور اس کا سیکولرزم کا اصول یا نعرہ صرف اقتدار کی کرسی ہتھیانے کا زینہ ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے اور اسی لیے کانگریس کی شکست سے کانگریس کے قدیم چاہنے والوں کو کوئی ملال نہیں ہے۔ جو اقتدار کا بھوکا ہوتا ہے یا جو مفاد پرست ہوتا ہے اس کی شکست سے کسی اور کو کیا لینا دینا ہے کوئی رنج کرے تو کیوں۔۔۔ ؟

اب راجیو گاندھی کی بیوہ شریمتی سونیا گاندھی کانگریس میں نئی جان پھونکنے کے لیے کانگریس کی صدارت کی کرسی پر بیٹھی ہیں تو اس سے اب ہمیں نہ کوئی خوشی ہے اور نہ ہی غم۔ جب کانگریس کے پاس سے اپنے بنیادی اصول ہی رخصت ہو چکے ہیں تو پھر کسی دوسرے کے لیے کانگریس کی کشش ختم ہو گئی ہے۔ اب کانگریس کتنے دن زندہ رہے گی یا وہ پھر ہندوستان کی سیاست کے نقشے پر چھائے گی ایسے کسی سوال و جواب کی اہمیت ان ہی لوگوں کے لیے اہمیت کا باعث ہو سکتی ہے جو اقتدار کے متلاشی ہیں۔ جنہیں اصول دل و جان سے عزیز ہیں ان کے لیے بنیادی اصولوں سے مبرا کانگریس سے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک اس بات کی اب کوئی اہمیت نہیں ہے کہ شریمتی سونیا گاندھی انڈین نیشنل کانگریس کی صدر منتخب ہو گئی ہیں۔

خدا کرے جناب اٹل بہاری واجپئی کی وزارت عظمیٰ کے زیر سایہ بھارتیہ جنتا پارٹی اور اس کی حلیف پارٹیوں کی مرکزی حکومت ہندوستان سے بیروزگاری بدعنوانیوں اور رشوت خوری کے خاتمہ کے لیے کچھ کر سکے۔ غریبی دور ہو، ہر شخص اطمینان اور سکون کے ساتھ ہندوستان میں جی سکے اسی بات کی دل سے دعا نکل رہی ہے۔ بار بار انتخابات سے عوام پر جو مالی بوجھ پڑ رہا ہے وہ دور ہو۔ یہ حکومت بُری یا بھلی جیسی بھی ہو پانچ سال تک اپنی پوری مدت طے کرے۔ ایسی ہماری خواہش ہے۔ اسی کے ساتھ ہم ہندوستان کے نئے وزیر اعظم اٹل بہاری واجپئی کا خیر مقدم کرتے ہیں اور ان کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہیں۔